احمد سلیم

"سانحہ شانتی نگر"——ایک مذاکرہ

مارچ ۱۹۹۷ء میں ایس ڈی پی آئی کی جانب سے شانتی نگر کے واقعات کے پس منظر، وجوہات اور مستقبل کے لائحہ عمل پر غور کرنے کے لیے ایک پینل مجلس مذاکرہ منعقدہ ہوئی جس میں راقم الحروف کے علاوہ ڈاکٹر خالد مسعود، ڈاکٹر سرور باری، کامران احمد اور ڈاکٹر عنایت اللہ نے شرکت کی جب کہ ڈاکٹر طارق بنوری، ایگزیکٹوڈائریکٹر، ایس ڈی پی آئی نے صدارت کی۔

راقم الحروف نے پاکستان میں مذہبی سیاست اور اقلیّتوں کے مسائل کے حوالے سے تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے بتایا کہ پاکستان کا آئین اقلیّتوں کو آزادی کے ساتھ اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے اور تبلیغ کرنے کی آزادی دیتا ہے، لیکن گزشتہ پچاس برسوں میں عملی طور پر اس آزادی کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ میں نے یہ بھی کہا کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد قائداعظم نے ایک سیکولر آئین کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی تھی، لیکن ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا گیا اور مارچ ۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد منظور کر کے مذہبی طور پر اقلیّتی شہریوں کو دوسرے درجے کا شہری بنا دیا گیا۔ میں نے گزشتہ نصف صدی میں اقلیّتوں کے ساتھ تشدّد کی متعدّد مثالیں بھی پیش کیں۔

سرور باری نے ایک عینی شاہد کے طور پر شانتی نگر کے سانحہ کی تفصیلات بیان کیں اور کہا کہ اس سطح پر پورے گاؤں کی بربادی کا واقعہ غالباً اس سے پہلے پیش نہیں آیا۔ اُنہوں نے بتایا کہ سپاہ صحابہ کی لیڈرشپ یہیں جنم لیتی ہے۔ حملے کی تفصیلات بتاتے ہوئے سرور باری نے کہا کہ دینی مدرسوں اور ان کے کردار کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ سنگین بات یہ ہے کہ حملہ پولیس کی موجودگی میں ہوا۔ ایک بھی ہینڈپمپ کی ہتھی ساتھ نہیں تھی اور حملہ آوروں میں پڑوسی ملکوں میں جہاد کے لیے جانے والے لوگ بھی شامل تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ بحالی کے کام میں زیادہ مسیحی تنظیموں نے حصّہ لیا۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان میں شہری علاقوں کے مقابلے میں دیہی علاقوں میں زیادہ رواداری اور برداشت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر خالد مسعود نے اسلامی فقہ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے سوال کیا کہ ہم لفظ اقلیّت کیوں استعمال کرتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ قرآن تمام مذاہب کو تسلیم کرتا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ ایک خاص سیاسی گروہ، جو خود ہر طرح سے محفوظ ہے، اس تشدّد کو آگے

بڑھا رہا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ حنفی فقہ کے مطابق سزا کلمہ کفر کہنے پر نہیں، بلکہ اس پر اصرار کرنے پر دینے کا حکم ہے۔ کامران احمد نے بتایا کہ ہم نے صوفی کو چھوڑ کر ملاّ کی پیروی شروع کر دی ہے۔ مذہب کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اگر سیاستدان بارود میں تیلی پھینکتا ہے تو ہمیں بارود پر بھی نظر رکھنا ہو گی۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ بھی درست نہیں کہ چیزیں تعلیم سے ٹھیک ہو جائیں گی۔ ہم اندر سے اپنے آپ کو کمزور محسوس کرتے ہیں اس لیے دوسروں کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ ان مسائل کو ایک طویل المدت منصوبہ بندی سے ہی حل کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر عنایت اللہ نے ڈاکٹر خالد مسعود سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ مسیحیوں کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ ہمارے ورثے کا حصہ ہے۔ اس تشدّد کی جڑیں آٹھ قسم کی شناختوں ذات، خاندان، برادری، قبیلے، قومیّت، نسل، مذہب اور فرقے میں پیوست ہیں۔ ہر شناخت کی چار خصوصیتیں ہیں جو تشدّد کو جنم دیتی ہیں۔ ریاست اور مذہب کی آپس میں وابستگی نے آگ بھڑکائی ہے۔ دونوں کو الگ کرنے کے لیے ہمیں آئینی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر طارق بنوری نے بحث کا اختتام کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت سارے مسلمان ملک دارالحرب بنے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگرچہ کئی سیاسی اور سماجی تبدیلیاں ہوئی ہیں، لیکن آج کے حالات کی جڑیں ماضی میں ہیں۔ ڈاکٹر بنوری نے کہا کہ بد قسمتی سے ہمارے یہاں شروع سے ہی کمزور کے مقابلے میں طاقتور کی حمایت کی جا رہی ہے۔ ریاست نے اب تک جتنے بھی قوانین وضع کیے ہیں، وہ کمزور کے خلاف طاقتور کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور اس سے ساری خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قاری کو سانحہ کے پس منظر، واقعات کی تفصیل، حکومتی اداروں کے کردار اور ہونے والے نقصانات کی تفصیل سے بھی آگاہ کیا جائے تاکہ اس مذاکرے کی روشنی میں اسے خود اپنے نتائج اخذ کرنے میں آسانی ہو۔ آفتاب مغل اور سسٹر نسیم جارج (جسٹس اینڈ پیس کمیشن) کے بیان کردہ واقعات کے مطابق ۶ فروری ۱۹۹۷ء کو پاکستان کی تاریخ کا ایک المناک سانحہ ہوا جو شانتی نگر کے مسیحیوں کے لیے قیامت سے کم نہ تھا۔ اس روز صبح ۹ بجے کے قریب تقریباً تیس پینتیس ہزار مسلمانوں نے قرآن پاک کی بے حرمتی کے الزام میں شانتی نگر کے گاؤں پر حملہ کر دیا جس سے تقریباً ۷۵ فیصد گاؤں تباہ و برباد ہو گیا۔ جس الزام کے تحت مسیحیوں پر حملہ کیا گیا اور شانتی نگر، خانیوال شہر اور نواحی علاقوں میں ۱۲ گرجا گھروں اور ہزاروں بائبلوں کو جلا دیا گیا، اب اس الزام کو خانیوال کے مسلمان علماء کرام خود غلط قرار دے رہے ہیں۔

نقصانات

"جسٹس اینڈ پیس کمیشن" کی رپورٹ کے مطابق شانتی نگر میں ہونے والے نقصانات کی

تفصیل حسب ذیل تھی:

خانیوال، شانتی نگر اور اس کے گردونواح میں کل ۱۲ گرجا گھروں کو جلایا گیا۔ ان میں ۳ گرجا گھر خانیوال، ۴ شانتی نگر اور ۵ دوسرے نواحی چکوک کے تھے۔ تقریباً ۲۰۰۰ بائبلیں مختلف گرجا گھروں اور رہائشی مکانوں میں جلائی گئیں۔ خانیوال میں موجود ہاسٹل پر حملہ کے وقت بہت سی دینیات کی کتب کو بھی جلایا گیا جن میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ شانتی نگر میں کل ۷۸۵ مکان نذر آتش کیے گئے اور اس سے تقریباً ۲۵۰۰ افراد متاثر ہوئے۔ تقریباً ۷۰ سے ۷۵ فیصد گاؤں اس تباہی سے متاثر ہوا۔ اس کے علاوہ شانتی نگر اور خانیوال شہر میں بہت سی دکانیں بھی نذر آتش کی گئیں۔ چار پیرش ہاؤسز (فادر، پادری کا گھر) دو ڈسپنسریاں، ۲ سکول اور لڑکوں کا بورڈنگ ہاؤس (ہاسٹل) تباہ کیا گیا۔ پانچ گھر شہر میں نذر آتش کیے گئے۔

مطالبات / سفارشات

۱۔ گرجا گھروں پر حملہ کرنے والوں، شانتی نگر اور خانیوال میں مسیحیوں کی دکانوں کو تباہ کرنے والوں اور مقدس بائبلوں اور صلیبوں کو آگ لگانے والوں اور دینیات کی کتب جلانے والوں کو فوراً گرفتار کیا جائے۔ اس کا آغاز ڈی ایس پی خانیوال حبیب اللہ گھمن کی گرفتاری سے کیا جائے۔
۲۔ اس سانحہ کے حقائق سے پردہ اٹھانے کے لیے ہائی کورٹ کے ججوں پر مشتمل انکوائری کمیشن قائم کیا جائے۔
۳۔ گرفتار شدہ مسیحیوں کو رہا کیا جائے۔
۴۔ شانتی نگر اور خانیوال میں لوگوں کے ہونے والے نقصانات کی فوری تلافی کی جائے۔
۵۔ مذہبی تعصب اور مذہبی منافرت پھیلانے کے خلاف قانون سازی کی جائے۔
۶۔ تباہ شدہ گرجا گھروں، سکولوں، ہاسٹل اور ڈسپنسریوں کی فوراً تعمیر کروائی جائے اور اس میں موجود تباہ ہونے والے سامان کا معاوضہ ادا کیا جائے۔
۷۔ تمام زخمیوں کا فوراً علاج کروایا جائے۔
۸۔ توہین رسالت ﷺ کے قانون سمیت تمام امتیازی قوانین منسوخ کیے جائیں۔
۹۔ مخلوط انتخابات بحال کیے جائیں۔

سانحۂ خانیوال کی تفصیل اور مذاکرات میں ہونے والی بحث پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرنے میں دقت محسوس نہیں ہوتی کہ جب تک ریاست مظلوم کی بجائے ظالم کے تحفظ کے لیے قوانین وضع کرتی رہے گی اور تمام مذاہب کے شہریوں کو مساوی حقوق نہیں دے گی، مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ (دو ماہی "دھرتی"، اسلام آباد - مارچ - اپریل ۱۹۹۷ء)